اقبال کا تصورِ کائنات

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
صائمہ بی بی، سکالر پی ایچ۔ڈی اُردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

Iqbal has explained very beautifully islamic point of view to authenticate universe's expansion and the idea of infinity. In this canvass universe's perception seems in very strong appearance. In modern idea of Big Bang Theory, we also find indication towards continuous expansion of universe. In this article the aspects of Iqbal's universal concept discussed.

علامہ محمد اقبال ایسی ہمہ جہت شخصیت تھے جنھوں نے بیک وقت شاعری اور نثر کے میدان میں کمال عروج حاصل کیا۔ آپ کے خطبات ہوں یا آپ کی اردو فارسی شاعری، سارا کلام اقبال کے وسیع المطالعی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اقبال ہر عہد کے باشعور شاعر ہیں۔ آپ کا کلام عوام الناس پر جادو کا سا کام کرتا ہے۔ اقبال کا سارا فلسفہ مذہب کا ہے۔ وہ مذہبی نقطہ نظر سے مکمل متفق ہیں کہ یہ کائنات جہاں ہم رہتے ہیں اس کی وسعت اس قدر ہے کہ اس کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں یونان کا نام سرفہرست ہے۔ ہر علم کی بنیاد کی جڑیں یونانی فلسفیوں کے فلسفوں سے جا ملتی ہیں یا دوسرے لفظوں میں ہر علم نے یونانی فلسفہ کے بطن سے جنم لیا۔ تاہم وقت کے ساتھ فلسفہ ایک الگ حیثیت سے متعارف ہوا اور دیگر علوم کے میدان عمل الگ طے پائے گئے۔ صدیوں تک اسی یونانی فلسفہ کے علم کو حرفِ آخر مانا جاتا تھا۔ جو نظریہ یا محرک انھوں نے بیان کر دیا اس سے انحراف گویا کفر تھا۔ اسی علم کے تحت یہ تصور کیا جاتا تھا کہ کائنات بند اور جامد ہے۔ اس میں نمو کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کائنات جیسی ہے اس میں تبدیلی کا امکان نہیں ہے۔ یہ تصورات یقیناً مایوسی اور قنوطی طرزِ عمل و فکر کے عکاس تھے۔ مزید یہ کہ کائنات کا مرکز ہماری زمین ہے۔ یہ تصور عرصہ دراز تک قائم رہا لیکن سائنس کی ترقی نے اس نظریہ پر کاری وار کیا۔ کوپرنیکس (Coper Nexc) نے پہلی بار یہ واضح کیا کہ ہماری زمین کائنات کا مرکز نہیں بلکہ کائنات کی وسعت کے سامنے اس کی حیثیت ایک حقیر مٹی کے ذرے کی سی بھی نہیں ہے۔ کوپرنیکس نے گردش زمین کا نظریہ پیش کر کے ثابت کر دیا کہ زمین مرکز نہیں ہے بلکہ سورج کو اساسی حیثیت حاصل ہے اور ہماری زمین اسی سورج کے گرد مسلسل حرکت کرتی ہے۔

اقبال کے ہاں کائنات کا شعور بہت واضح نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر ان کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔ اقبال کائنات کی لامتناہی وسعت کے قائل تھے اس لیے کہتے ہیں:

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

بالِ جبریل میں کائناتی شعور سب سے زیادہ دکھائی دیتا ہے۔کائنات کی بے کرانی کے متعلق بالِ جبریل کی غزل ملاحظہ ہو:

اپنی جولاں گاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں آب و گل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں
بے حجابی سے تری ٹوٹا نگاہوں کا طلسم اِک رِدائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں
کارواں تھک کر فضائے پیچ و خم میں رہ گئے مہر و ماہ و مشتری کو ہم عناں سمجھا تھا میں
عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں
کہہ گئیں رازِ محبت پردہ دارِ ہائے شوق تھی فغاں وہ بھی جسے ضبطِ فغاں سمجھا تھا میں
تھی کسی درماندہ رہرو کی صدائے درد ناک جس کو آوازِ رحیلِ کارواں سمجھا تھا میں

اس عظیم الشان کائنات کی تشریحات ماہرینِ فلکیات اور ہیئت دان کرتے رہتے ہیں لیکن کائنات قدرت کا وہ کھلا راز ہے جو عیاں ہو کر بھی نہاں ہے۔کائنات (Universe) مسلسل پھیل رہی ہے۔اس کے پھیلاؤ سے کائنات کی ہر شے بھی حرکت کر رہی ہے۔مزید سے مزید فلکیاتی مظاہر دریافت ہوتے چلے آرہے ہیں۔اس پھیلاؤ کے تحت کائناتی اعداد وشمار میں واضح تبدیلی آتی ہے،ایک کے بعد ایک نیا جہاں قدرت کی خلاّقی کا ثبوت ہے وہیں ماہرین پھر سے نئی کھوج اور اعداد وشمار کی جمع آوری میں لگ جاتے ہیں لیکن کائنات کی وسعت اس کی پیمائش سے باہر ہے۔اقبال اس خیال کو اشعار کے روپ میں یوں پیش کرتے ہیں:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

اقبال کے زمانے میں تخلیقِ کائنات کا مشہور نظریہ Big Bang Theory کا تھا جس کو عظیم دھما کہ کہا جاتا ہے۔اس نظریہ کے مطابق کائنات کی ابتدائی صورت ایک گیند (Ball) کی سی تھی جو درجہ حرارت کے بڑھنے سے پھٹ گئی۔اس میں موجود اجزا پوری شدت سے خلا میں پھیل گئے۔ جو عناصر مرکز کے قریب تھے ان کا درجہ حرارت زیادہ رہا اس لیے زندگی کے آثار موزوں ثابت نہ ہوئے لیکن جو عناصر دور جا گرے ان کا درجہ حرارت کم ہوتا گیا اور وہ زندگی کا موجب بنے۔اس نظریے کو سائنس دان ایڈون ہبل (Edwin Hubble) نے پیش کیا۔اس پرانے نظریہ پر کاری وار کیا اور ثابت کیا کہ صرف کائنات کی اشیا ہی حرکت نہیں کرتیں بلکہ کائنات بذاتِ خود حرکت پذیر ہے۔اس نے پہلی بار یہ نظریہ پیش کیا کہ کائنات جامد (Block) نہیں بلکہ متحرک ہے۔اس نے واضح کیا کہ کائنات میں موجود کہکشائیں (Glaxies) حرکت کرتی ہیں اور ان کا زمین سے فاصلہ بڑھ رہا ہے۔ہبل کے اپنے اس نظریہ کو مساوات کے ذریعے بیان کیا:

$$V=Hor$$

اس مساوات میں V کہکشاں کے ہم سے دور ہونے کی رفتار ہے۔ (r) کہکشاں کا زمین سے فاصلہ ہے جب کہ Ho ہبل کا مستقلہ (Constant) ہے۔ اقبال کا تصور کائنات ہبل کے تصورِ کائنات سے مماثل ہے۔ کائنات کا تخلیقی عمل مسلسل ہے اور اس میں کوئی رکاوٹ یا تعطل نہیں۔ کائنات کا تخلیقی تصور قرآنی تصور ہے اسی لیے اقبال اس کے دل و جان سے قائل ہیں۔ سورۃ الفاطر میں اللہ تعالیٰ اپنی تخلیقی فعالیت کو بیان کرتے ہیں:

"یَزِیدُ فِی الخلق ما یشاء ط ان اللّٰہ علی کل شیءٍ قدیر ط

ترجمہ: اور تخلیق میں جس قدر چاہتا ہے اضافہ (توسیع) کرتا رہتا ہے۔ بے شک اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔"(۴)

انگریزی خطبات The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam میں بھی اقبال اپنے تصورِ کائنات کو بیان کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کائنات ساکت نہیں بلکہ نئی تخلیق ہمہ وقت جنم لیتی ہے۔ خطبات سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"It is not a block universe a finished product immobile and incapable of change. Deep in it's inner being lies perhaps dream of a new birth."(5)

کائنات کا علم ہبل کی پیش کردہ معلومات سے کہیں آگے بڑھ چکا ہے۔ اس کی معلومات مبادیات کی صورت نظر آتی ہیں کیوں کہ موجودہ زمانے میں اتنی زیادہ ترقی ہو چکی ہے جس کا ہبل کے زمانے میں نام و نشان تک نہ تھا۔ اب سائنس نے جدید سے جدید تر آلات کی مدد سے کائنات کو زیادہ قریب سے جانچنا شروع کیا ہے۔ وین برگ اس صورتِ حال کے متعلق لکھتے ہیں:

"کائنات پر ہمارا علم ہبل کے علم سے بہت آگے نکل آیا ہے۔ اس نے قرار دیا کہ کہکشائیں خلا کے سیاہ سمندر میں ستاروں بھرے یک و تنہا جزائر ہیں لیکن آج ہم نظری اور مشاہداتی تحقیق کی بنیاد پر کہکشائی ارتقا پر نظریات پیش کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جس طرح ستارے مل کر اپنا گروہ بنانے میں اور جن سے آگے ایک کہکشاں بنتی ہے جس کا اپنا ایک ماحول اور اپنی میکانیات ہے۔ اس طرح کہکشائیں مل کر کہکشائی جھرمٹ بناتی ہیں جس میں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ تعامل ہوتا ہے جو ان کے ارتقائی مراحل اور دوسرے متغیرات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بیضاوی کہکشائیں نسبتاً اکیلی ہوتی ہیں اور کہکشائی جھرمٹوں (Galactic Cluster) کے کم آباد حصوں میں ملتی ہیں۔ ستارے کہکشاؤں اور کہکشائی جھرمٹ سبھی ارتقا پذیر ہیں۔"(۶)

کائنات کی وسعت اور بے کرانی کا مختصر سا جائزہ لیں تو زمین جہاں ہم رہتے ہیں ایک عام آدمی کے حجم کے مقابلے میں ۳۰ ارب گنا بڑی ہے جب کہ ہمارا سورج زمین سے ۱۰ لاکھ گنا بڑا ہے۔ سورج ہی کائنات کا سب

سے بڑا مظہر نہیں بلکہ سورج سے اربوں گنا بڑے ستارے خلا میں موجود ہیں۔ ہماری کہکشائیں جس کا نام Milky Way Galaxy ہے اس میں ہمارے سورج کے جیسے ۳۰۰ ارب سے زائد سورج موجود ہیں۔ اس کہکشاں کی وسعت اس قدر ہے کہ اس کو پار کرنے کے لیے ایک لاکھ نوری برس درکار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار صرف ہماری کہکشاں نہیں بلکہ اس سے سیکڑوں گنا بڑی کہکشائیں کائنات میں موجود ہیں جن کو پار کرنے میں لاکھوں ہزاروں نوری برس لگ جائیں گے۔ کیرول سٹورٹ ''کائنات کیا ہے؟'' میں لکھتے ہیں:

> ''جو کچھ موجود ہے وہ کائنات ہے۔ ہمارے قدموں تلے زمین سے لے کر نہایت دور چمکتے ہوئے ستاروں تک ہر چیز کائنات کا حصہ ہے۔ کائنات اس قدر بڑی اور وسیع ہے کہ اس میں بے شمار ستارے ہیں مگر اس کا بیشتر حصہ خالی ہے۔ کائنات میں تقریباً ایک کھرب ملین کہکشائیں موجود ہیں اور ہر کہکشاں ۱۰۰۰۰۰ ملین ستاروں پر مشتمل ہے۔۔۔ کائنات میں فاصلے اس قدر وسیع ہیں کہ پیائش کی اکائی کے طور پر نوری سال کا استعمال کیا جاتا ہے۔ روشنی تقریباً تین لاکھ کلومیٹر یا ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے اور روشنی ایک سال میں جتنا فاصلہ طے کرلے وہ نوری سال کہلائے گا۔ کسی کہکشاں کی چوڑائی ہزاروں نوری سال اور ہم سے فاصلہ اربوں نوری سال کا ہوسکتا ہے۔''(۷)

اقبال اس وسعت کائنات کے نظریہ سے بخوبی آگاہ تھے اس لیے بالِ جبریل میں نہایت عمدگی سے اس کا اعتراف کرتے ہیں:

وہ حرفِ راز کہ مجھ کو سکھا گیا جنوں خدا مجھے نفسِ جبرئیل دے تو کہوں

کائنات کی ایک کہکشاں کو پار کرنے میں لاکھ نوری برس درکار ہیں جب کہ اس کے مقابلے میں انسان کی عمر نوری سال کا ایک لمحہ ہے۔ اقبال عظمتِ انسانی کے قائل ہیں مگر یہاں کائنات کی وسعت کو بیان کرتے ہیں کہ اس کے لیے جبرئیلؑ کی عمر درکار ہوگی۔ اسی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کائنات مسلسل تغیر کے عمل میں ہے۔ اس کی تخلیقیت ہمہ وقت جاری ہے۔ کائنات میں ہر شے اور بذاتِ خود کائنات تغیر کے ماتحت ہے۔ ڈاکٹر عبدالقادر ''تغیر'' کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''دُنیا میں اگر کسی چیز کو یقین سے کہا جاسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ یہاں ہر شے تبدیل ہورہی ہے۔ انسان بدل رہا ہے اور اس کا ماحول بھی، معاشروں میں تبدیلیاں آرہی ہیں، کوئی معاشرہ ایک جگہ پر ٹھہر نہیں سکتا۔''(۹)

گویا نہ بدلنے والا قانون صرف تغیر ہے۔ اقبال کے تصورِ کائنات نے یونانی فلسفہ کو رد کیا کہ کائنات میں تخلیقی صلاحیت نہیں ہے۔ اقبال کے نزدیک یہ میکانکی اور جبری تصور ہے۔ اقبال کے نزدیک:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید کہ آرہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

کن فیکون اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق ہے۔ اس کے معنی اردو لغت میں تخلیق اور پیدائش کے ہیں۔ سورۃ یٰسین میں ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

''انما امره اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون

اس کی شان تو یہ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے'ہو جا' پس وہ ہو جاتی ہے۔''(۱۱)

سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

''اذا قضٰى امرا فانما يقول له كن فيكون

جب اللہ کسی امر کا فیصلہ کر دیتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ'ہو جا' پس وہ ہو جاتی ہے۔''(۱۲)

سورۃ الرحمٰن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''كل يوم هو فى الشان

اللہ ہر لحظہ نئی جلوہ گری میں مصروف رہتا ہے۔''(۱۳)

اقبال نے اس شعر میں یونانی فلسفہ کو رد کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کو بنا کر اس سے بے تعلق ہو گیا ہے۔ اسلامی زاویہ نگاہ سے اللہ تعالیٰ کائنات سے بے تعلق نہیں ہو گیا بلکہ تخلیق کا عمل برابر جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحمہ نئی تخلیقات میں لگا رہتا ہے۔(۱۴) اگر اللہ تعالیٰ تخلیق کے عمل کو روک دیتا تو کائنات فنا ہو چکی ہوتی۔ تخلیق اور تغیر شانہ بشانہ کائنات میں تبدیلی لاتے ہیں۔ پرانی اشیا فنا ہو جاتی ہیں ان کی جگہ نئی اشیا لیتی ہیں۔ پرانی کہاوت ہے کہ قدرت کو خلا (خالی جگہ) سے نفرت ہے۔ اسی لیے ایک شے جاتی ہے تو قدرت اس خلا کو پر کرنے کے لیے نئی شے پیدا کرتی ہے۔ الغرض تخلیق کا یہ عمل مسلسل اور ہر وقت جاری رہتا ہے۔ اقبال کے تمام فلسفوں کی بنیاد مذہب ہے اور اسی نکتہ نظر سے کائناتی تصور کو پیش کرتے ہیں۔ اقبال بلاشبہ وسیع المطالعہ اور زیرک نگاہ مفکر تھے۔ آپ کا کلام علومِ جدیدہ کے ساتھ مذہبی نظریات کا امین بھی ہے۔ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ کائناتی تصور جس کو اقبال اسلامی زاویہ نگاہ سے پیش کرتے ہیں، سائنسی اعتبار سے بھی تسلیم کیے جا چکے ہیں۔ اقبال نے اپنے تصورِ کائنات میں جدید سائنسی نظریات کو بھی یک جا کر دیا جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کا کائناتی شعور بہت پختہ اور عمدہ ہے۔

حواشی:

۱۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع دہم، ۲۰۱۳ء)، ص: ۳۴۷

۲۔ ایضاً، ص: ۳۵۵

۳۔ ایضاً، ص: ۳۸۹

۴۔ الفاطر: ۱

۵۔ Muhammad Iqbal, *The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam*, (Lahore: Institute of Islamic Culture, Club Road, 2003), P-27

۶۔ وین برگ،سائنسی نظریہ تخلیقِ کائنات،ترجمہ:ارشد رازی،(لاہور: نگارشات،۲۰۰۹ء)ص:۷۵

۷۔ کیرول سٹورٹ/کلنٹ ٹوسٹ،کائنات کیا ہے؟ترجمہ:یاسر جواد،(لاہور:الفیصل پبلشرز،۲۰۰۹ء)ص:۲۰

۸۔ محمد اقبال،کلیاتِ اقبال اردو،ص:۳۶۴

۹۔ چوہدری عبدالقادر،ڈاکٹر،پروفیسر،تغیر اور نظریاتِ تغیر،(لاہور:مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،۱۹۸۱ء)ص:۱

۱۰۔ محمد اقبال،کلیاتِ اقبال اُردو،ص:۳۶۴

۱۱۔ یٰسین:۸۲

۱۲۔ آل عمران:۴۶

۱۳۔ الرحمن:۲۹

۱۴۔ یوسف سلیم چشتی،پروفیسر،شرح بالِ جبریل،(لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت،س۔ن)،ص:۲۰۳

ماخذ:

۱۔ چوہدری عبدالقادر،ڈاکٹر،پروفیسر،تغیر اور نظریاتِ تغیر،لاہور:مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،۱۹۸۱ء۔

۲۔ کیرول سٹورٹ/کلنٹ ٹوسٹ،کائنات کیا ہے؟ترجمہ:یاسر جواد،لاہور:الفیصل پبلشرز،۲۰۰۹ء۔

۳۔ محمد اقبال،کلیاتِ اقبال اردو،لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،طبع دہم،۲۰۱۳ء۔

۴۔ وین برگ،سائنسی نظریہ تخلیقِ کائنات،ترجمہ:ارشد رازی،لاہور: نگارشات،۲۰۰۹ء۔

۵۔ یوسف سلیم چشتی،پروفیسر،شرح بالِ جبریل،لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت،س۔ن۔

۶۔ Muhammad Iqbal, *The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam*, Lahore: Institute of Islamic Culture, Club Road, 2003.

☆☆☆